حقیقتِ توکُّل

پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

مؤلفہ

جناب امان اللہ اسماعیل





ناشر
بن حورا ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ
D23-B سائٹ ایریا کراچی

حقیقتِ توکُّل

HAQIQAT-E-TAWAKKUL

پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

مصنف

جناب امان اللہ اسماعیل صاحب

ناشر

بن حورا ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

F 66/2 Block 8, Clifton Karachi

نام کتاب : **حقیقت توکّل**

مؤلف : جناب امان اللہ اسماعیل صاحب

پسند فرمودہ : حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

کمپوزنگ : عبدالماجد پراچہ

ناشر : بن حور ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

طبع : پنجم سنہ ۲۰۱۷ء

ملنے کا پتہ

بن حور ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

F 66/2 Block 8, Clifton Karachi

Email:wajdan11@rocketmail.com

فہرست مضامین

انتساب

دین کی تفہیم و تعلیم کے لئے جو کچھ اس
کتاب میں پیش کیا گیا ہے، وہ سب کچھ
میری عظیم والدہ کی تربیت اور دعاؤں کی
برکت ہے، ان ہی کی دعاؤں نے مجھے اس
قابل کیا کہ میں چند کلمات لکھ سکوں اس
لئے میں اپنی یہ کتاب ان ہی سے منسوب
کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی

حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

الحمد للہ و کفی، وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

احقر نے برادرم محترم جناب امان اللہ اسماعیل صاحب کے مقالے ''حقیقت توکُّل'' کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ برادر موصوف نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس توکُّل کی حقیقت سمجھائی ہے جو اسلام میں مطلوب ہے، انہوں نے قرآن وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں یہ حقیقت اچھی طرح واضح فرمادی ہے کہ توکل کا مطلب اسباب کو ترک کرنا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جائز حدود میں رہ کر اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس بات پر مکمل اعتقاد رکھا جائے کہ یہ اسباب بذات خود کوئی چیز نہیں، ان میں تاثیر عطا

فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، جس کی مشیت اور قدرت وتخلیق کے بغیر یہ اسباب کوئی کام نہیں کرسکتے، لہٰذا توکل کے معنی یہ ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود بھروسہ ان اسباب پر نہ ہو، بلکہ اسباب کو پیدا کرنے والے اور ان میں تاثیر عطا کرنے والے پر ہو، کہ جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت اور تخلیق کے نتیجے میں ہوگا۔

برادر محترم امان اللہ اسماعیل صاحب نے ماشاء اللہ یہ اہم بات بڑے دلنشین انداز میں سمجھائی ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائیں، اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں۔ آمین

احقر

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

خادم طلبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مولف

ایک مومن کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل یعنی بھروسہ کئے بغیر اس کا ایمان کامل ہی نہیں ہوسکتا یہ ایک حقیقت ہے مگر مومن کے لئے یہ سمجھنا کہ توکل دراصل ہے کیا اور کس قسم کے توکل کو شارع علیہ السلام نے مشروع کیا ہے، اس کو سمجھنا بھی اشد ضروری ہے، ورنہ اس عقیدے کے وہ فوائد برامد نہیں ہوں گے جو شریعت کا منشاء ہیں اس لئے ہم اس کتابچہ میں اس بات کی کوشش کریں گے کہ حقیقت توکل واضح ہو جائے اور اس کی تائید میں قرآن مجید، اسوہ رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے نظریں پیش کریں گے تا کہ مسئلہ کی پوری وضاحت ہو جائے۔

دراصل اس مسئلے میں کافی خلط مبحث ہوا ہے اور عام طور پر اکثر لوگ ”توکُّل علی اللہ“ کو سمجھ نہیں پاتے اور اس بات کی وضاحت نہیں ہو پاتی کہ کہاں سے ترک اسباب سے رہبانیت شروع ہوتی ہے اور کہاں سے اختیار اسباب سے خدا سے بے نیازی پیدا ہوتی ہے اس لئے ہم بفضلہٖ تعالیٰ کوشش کریں گے کہ وہ حد فاصل واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری رہنمائی فرمائے اور خلق خدا کے لئے اسے نافع فرمائے۔ آمین

بندہ امان اللہ اسماعیل

۳۱-۱۲-۱۹۹۳ء

حقیقتِ توکُّل

توکُّل کے لفظی معنیٰ

''توکُّل'' دراصل عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنیٰ کسی کام یا معاملے کو کسی کے سپرد کرنے کے ہیں۔ یا یہ کہ کسی پر بالکیہ اعتماد کیا جائے۔ اس لئے عربی میں الوکیل اسے کہتے ہیں جو دوسروں کے کام کی نگرانی کرے۔

شرعی و اصطلاحی معنیٰ

''توکُّل'' دراصل انسان کی باطنی کیفیت کا نام ہے جو دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے اور عمل کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ ''توکُّل'' دراصل اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر اعتماد کا دوسرا نام ہے۔ مومن کا اگر یہ

عقیدہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے وہ تمام تدابیر اختیار کرے گا جس کو شریعت نے مشروع کیا ہے تو کامیابی یقینی ہے اور وہ تمام تدابیر جو بظاہر کتنی ہی مؤثر نظر آتی ہوں مگر خلاف شریعت ہوں، انہیں اختیار کرے گا تو وہ ضرور ناکام ہوگا، تو دراصل وہ شریعت کی رو سے متوکل باللہ ہے۔ توکل ترک اسباب کا نام ہرگز نہیں اور نہ ہی کسی مؤمن کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ صرف اسباب پر بھروسہ کرلے اور مسبب الاسباب کو بھول جائے چاہے وہ جائز اسباب ہی کیوں نہ اختیار کر رہا ہو۔ کیونکہ اختیار اسباب تو ضروری ہیں ہی مگر اس کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے یہ یقین ٹپک رہا ہو کہ ان اسباب میں تاثیر ڈالنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، یعنی اصل توکل علی اللہ ہے اور یہ ہی توحید باللہ ہے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام مفسرین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر ''معارف القرآن'' میں توکل علی اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''توکل ترک اسباب اور ترک تدابیر کا نام نہیں۔
بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
اور تعلیمات قرآن کریم کے خلاف ہے''

(معارف القرآن، صفحہ ۲۲)

اب اللہ تعالیٰ کے قانون پر اعتماد کو ایک مثال سے سمجھئے۔

مثلاً قرآن کریم کہتا ہے زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے، اور سود لینے سے مال گھٹتا ہے، اب بظاہر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی، کیونکہ زکوٰۃ دینے سے مال گھٹتا نظر آتا ہے اور سود لینے سے بڑھتا نظر آتا ہے۔ مگر ہمیں یقین یہی ہونا چاہئے کہ زکوٰۃ دینے سے مال بڑھے گا اور سود لینے سے مال گھٹے گا۔ اب زکوٰۃ دینے سے مال کس طرح بڑھے گا۔ یہی وہ بات ہے جس کو سمجھ لینے سے اختیار اسباب اور توکل کا مفہوم سمجھ میں آجائے گا۔ مثلاً آپ کے پاس سال کے آخر میں ایک لاکھ روپے ہیں تو آپ اس میں سے ۲۵۰۰ روپے زکوٰۃ ادا کریں گے اب آپ کے پاس جو بقایا ۹۷۵۰۰ روپے بچ گئے ہیں اگر ان کو سارا سال تجوری میں بند کر کے رکھ دیں گے تو وہ خود بخود نہیں بڑھ جائیں گے، بلکہ آپ کو اس رقم کو کسی ذریعہ سے بھی جو شریعت نے مشروع کیا ہو تجارت میں لگانا پڑے گا تا کہ اس مال میں برکت کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اسے پہنچ سکے اس کا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس مال میں برکت ڈالنے کے لئے اسے تجارت میں لگوانے کا محتاج ہے ایسا ہرگز نہیں مگر دراصل اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت جاری ہے دیکھئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یتیم کے مال کو تجارت میں لگاؤ ورنہ اسے صدقہ کھا جائے گا، آپ کے اس فرمان نے اختیار اسباب اور توکل کے مسئلہ کو بالکل واضح فرما دیا اور توکل کے مسئلہ کو ایسا کھول کر بیان فرما دیا کہ پھر

اس مسئلہ میں کوئی ابہام ہی باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح یہ قانون خداوندی ہر چیز میں جاری وساری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک طرف اعمال صالحہ پر گامزن تھے تو دوسری طرف تدابیر صالحہ بھی اختیار کئے ہوئے تھے جو اصل توکل کی روح ہے اور اسی راستے نے ان کو دین و دنیا کی فلاح سے ہمکنار کیا مگر بعد کے ادوار میں یا تو لوگوں نے بالکل ترک اسباب کا عقیدہ ایجاد کرلیا یا پھر بالکل اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر اور اللہ سے بیگانہ ہوکر اپنے جائز ناجائز اسباب پر بھروسہ کر بیٹھے، دراصل یہ دونوں ہی نظریات حق سے دور ہٹے ہوئے ہیں اور بات صاف اور بے غبار یہی ہے جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے کہ

''اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تعلیمات قرآن کریم کے خلاف ہے''

اب ہم مندرجہ ذیل سطور میں قرآن حکیم اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے چند مثالیں پیش کر رہے ہیں، جس سے مسئلے کی پوری وضاحت ہو جائے گی۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے کہ:

ان سے (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ سے) خاص خاص

باتوں میں (بدستور) مشورہ لیتے رہا کیجئے، پھر
(مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (کسی ایک
جانب) رائے پختہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر (توکل)
اعتماد کر کے اس کام کو کر ڈالا کریں بیشک اللہ تعالیٰ
ایسے توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

(سورہ آل عمران، آیت ۱۵۳)

مندرجہ بالا سطور میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمالیا کریں، اگر احتیاط کا پابند ہونا توکل کے منافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورے کا پابند نہ کرتا۔ دراصل مشورہ اسی لئے تو ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس شر سے بچاؤ کی کوئی تدبیر ہو یا اور کوئی احتیاط کا پہلو ہو تو سامنے آجائے، جس سے انسان آئندہ کے امور کی منصوبہ بندی کر سکے، اور شر سے بچاؤ کی کوئی راہ ڈھونڈ سکے۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ:

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ
طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ قف
فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص
وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا

مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ
اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ

(سورہ نسا:۱۰۲)

چاہئے کہ دوران جنگ صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار لئے رہے۔

اور اس کی علت بتلائی کہ ''کفار تو چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور اسباب سے اگر غافل ہو جاؤ تو وہ یک بارگی تم پر ٹوٹ پڑیں۔'' اب اگر کوئی شخص توکل کو اس طور پر سمجھ لے گا وہ کبھی بھی اختیار اسباب کو توکل کے منافی نہیں سمجھے گا۔ بلکہ توکل کے معنی اس پر اس طرح کھل جائیں گے کہ جتنی جس امر میں اس کے پاس وسعت ہوگی اس میں مقدور بھر اسباب اختیار کرے گا اور پھر نتائج کو اللہ پر چھوڑ دے گا۔

جنگ میں ہتھیار باندھے رکھنے کی جو تلقین کی گئی ہے وہ محض مشورہ کے طور پر نہیں بلکہ وجوب کے درجہ میں ہے اور یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔ دیکھئے جب ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کے منصوبہ کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر گئے،

اور راستے میں غار میں پناہ لی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار کا دہانا بند فرما کر احتیاط کا پہلو اختیار فرمایا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ رئیس لوگ آپ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو آپ علیہ السلام شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اسی طرح قرآن مجید (سورہ یوسف) میں یہ واقعات مذکورہ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند سیدنا یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کریں ورنہ وہ حسد کریں گے یہ واقعہ بھی احتیاط ہی کی قبیل سے ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر گئے تو ان سب کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہوں یہ بھی ایک طرح کی احتیاط ہی تھی۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی نعمتوں کا اظہار چاہتا ہے اسی طرح اپنی ودیعتوں کا بھی اظہار چاہتا ہے۔ عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت بھی ہے اور ودیعت بھی ہے جس سے کام لینا دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکرانہ ادا کرنا ہے۔ انسان اور جانور میں عظیم فرق ہی یہ ہے کہ انسان کو عقل سے نوازا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت کو ہم بیکار چھوڑ دیں اور اس سے کوئی کام نہ لیں اور صرف اس کی عنایت پر ہی بھروسہ کر لیں تو یہ اسلام کا منشاء ہرگز نہیں ہمیں چاہے کہ مقدور بھر اپنے وسائل کو کام میں لائیں اور جو ہماری رسائی سے باہر ہو اسے اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔

دیکھئے! جب عزیز مصر نے خواب دیکھا کہ سات دبلی گائیں سات فربا گائیں کھا جاتی ہیں اور یوسف علیہ السلام نے جب اس کی تعبیر فرمائی کہ مصر میں پہلے سات سال نہایت فراوانی کے ہوں گے اور بعد کے سات سال خشک سالی کے ہوں گے اور اس صورت حال سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنی خدمات بھی پیش فرمائیں تو عزیز مصر نے آپ کو ملک کے وسائل سپرد کردیئے۔ پھر آپ نے فراوانی والے سالوں کے اناج کو ذخیرہ فرمایا اور خشک سالی والے سالوں میں لوگوں کو قحط سے بچایا، یہاں پر ایک نبی کا فعل اس بات کی صاف دلیل ہوسکتی ہے کہ ضرورت پر اناج وغیرہ کا ذخیرہ کرنا اور اس طرح کی منصوبہ بندی کرنا ہرگز توکل کے منافی نہیں۔ اسلام دراصل ایک عملی مذہب ہے اس میں راہبانہ طرزِعمل کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام انسان کی روحانی ضرورتوں کا کفیل ہے اور اس کی پوری رہنمائی کرتا ہے اسلام میں پوری قوت اور طاقت ہے کہ وہ دنیا کے ہر نظام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکے اور اپنی سچائی کے دعوے کی عملی شکل کو دلائل سے ثابت بھی کرسکے۔ اب چونکہ قیامت تک کوئی پیغمبر آنے والا نہیں، اس لئے قیامت تک پیدا ہونے والے ہر مسئلے کے حل کا احاطہ بھی اسی نے کیا ہوا ہے۔ اب یہ اس کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت سے روشنی حاصل کریں اور اس جہاں کو روشن کردیں۔

خیر ہم یہ کہہ رہے تھے کہ احتیاط کسی طور بھی توکل کے منافی نہیں کیا ہم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چرند اور پرند کو وہ اوزار عطا فرمائے ہیں، جن سے وہ شر کو بھی دفع کرتے ہیں اور روزی بھی حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً پنجے، چونچ، ناخن اور تیز بینائی وغیرہ اسی طرح انسان کو عقل کے زیور سے نوازا ہے۔ جس سے وہ ہر طرح کا کام لے سکتا ہے۔ جب عقل وحی الٰہی کے تابع ہو کر چلتی ہے تو تسخیر کائنات وجود میں آتی ہے۔

انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے شر سے بچاؤ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ.

(سورۃ الانفال، آیت ۶۰)

تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیا رکھو، تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ اور اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ اوروں کو بھی

خوف زدہ کرسکو۔

اسی طرح اور بہت سی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اختیار اسباب توکل کے ہرگز منافی نہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ توکل کرنے والے کے اعضاء وجوارح کام میں ہوتے اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہوتا۔ کسی عارف نے خوب کہا کہ ''دست بکار دل بیار'' مطلب یہ ہے ہاتھ سے تمام جائز تدابیر اختیار کی جارہی ہوں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو اور یہ پختہ یقین دل کی گہرائی میں موجود ہو کہ پروردگار میری جائز تدابیر کو ضرور بارآور فرمائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کاشت کار تھے حضرت نوح علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کپڑا سیتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں۔

اب ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال بھی دیکھ لیں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، جس کی بھی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے، سب سے پہلے افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں۔

کہ جب ان پر خلافت کا بار ڈالا گیا تو دوسرے روز حسب معمول چند چادریں لے کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے تا کہ اپنی روزی کمائیں۔ راستے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ملے پوچھنے پر بتایا کہ میں عیال دار آدمی ہوں، مجھے ان کے لئے روزی کمانی ہے۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔

(فضائل اعمال، از مولانا زکریہ رحمۃ اللہ علیہ)

یہ تناسب تھا اختیار اسباب اور ترک اسباب میں جو وہ حضرات سمجھے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر کہ

میں عیال دار آدمی ہوں اور میں اپنے کنبے کو کہاں سے کھلاؤں گا کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ نہیں کہا کہ یہ سوچ توکل کے خلاف ہے۔ اب کچھ اور بڑے بڑے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کا حال ملاحظہ ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدالرحمن رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرہ بن عاص رضی اللہ عنہ تیر بناتے تھے اور حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ درزی تھے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کی ہوئی صلاحیتوں کو ترک کرنا اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اسلامی توکل ہرگز نہیں۔ اب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل بھی ملاحظہ ہو ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قاریوں کی جماعت سے فرمایا کہ ذرا اپنے سر اٹھاؤ کیونکہ راستہ بالکل روشن ہے، نیکیوں کے لئے سبقت کرو اور مسلمانوں کے محتاج بن کر نہ رہو، اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی جوان کی حالت دیکھ کر اس سے خوش ہوتے تو اس کا حال لوگوں سے دریافت فرماتے کہ آیا نوجوان کوئی پیشہ بھی کرتا ہے؟ اگر لوگ بتاتے کہ اس کا کوئی پیشہ نہیں ہے تو فرماتے یہ جوان میری نگاہ سے گر گیا۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کہے کہ میں کچھ پیشہ نہیں کروں گا اور میرا رزق خود

چل کر میرے پاس آئے گا، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ شخص علم نہیں رکھتا اور فرمایا کہ کیا تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے ہے۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرندوں کا ذکر فرمایا کہ وہ صبح بھوکے ہوتے ہیں اور علی الصبح تلاش رزق میں نکلتے ہیں۔قرآن مجید میں بھی ان لوگوں کا ذکر ہے جو تلاش رزق کے لئے سفر کرتے ہیں (سورۃ المزمل) حج تک کے سفر کے لئے فرمایا کہ اگر ان سفر میں بھی اللہ کا فضل یعنی رزق کوئی تلاش کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خشکی و تری میں تلاش رزق کے لئے سفر فرماتے تھے اور اپنے باغوں کو پانی دیتے تھے۔ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کی پیروی کرنی چاہئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین بھی ان کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ میں توکل پر حج کے لئے جانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا اکیلے یا قافلے کے ساتھ۔ اس نے جواب دیا قافلے کے ساتھ ہی جاؤں گا۔ اس پر حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا پھر لوگوں کے تھیلوں پر بھروسہ کر کے جا رہے ہو؟ اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے فرزند نے پوچھا کہ توکل کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا ہے مگر آدمی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے ذمے نہ ہو جائے۔ بلکہ کسب کرے تاکہ خود اور اس کے اہل وعیال خوش حال ہوں۔ حضرت امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو کسب نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم متوکل ہیں تو جواب میں حضرت امام نے فرمایا یہ لوگ بدعتی ہیں۔ اب ذیل میں ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں جس سے عظمتِ کار کی اہمیت واضح ہو جائے گی اور کسی کے ذمہ ہو جانے کی مذمت بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص بلاضرورت مانگتا ہے وہ گویا اپنے ہاتھ میں انگارے چنتا ہے۔'' (ابن ماجہ)

ایک اور جگہ فرمایا کہ:

''جو شخص اپنے کو مانگنے کا عادی بنالے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی کوئی بوٹی نہیں ہوگی۔'' (متفق علیہ)

ایک اور جگہ فرمایا کہ:

''کسی شخص کا رسی لے جانا اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لانا اور اسے بیچ دینا کہ اللہ اس کے ذریعہ اس کی آبرو کو بچالے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور پھر لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔'' (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور جگہ فرمایا کہ:

''جو مسلمان بھی پودا لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس میں سے پرندے یا انسان جو کچھ کھالیتے ہیں وہ اس کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے۔'' (متفق علیہ)

آخر میں ہم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر جو انہوں نے معارف القرآن میں سورۃ بقرہ کی آیت ۱۱۱ سے ۱۱۳ کے ضمن میں کی ہے پیش کرتے ہیں جو ہماری کتاب کا لب لباب ہے اگر بات کو سمجھنا ہے تو یہ تقریر اپنی مثال آپ ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

''دوسری اہم بات مسلمانوں کے تنزل اور پریشانی اور کفار کی ترقی اور آرام کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کا جداگانہ خاصہ رکھا ہے ایک عمل کرنے سے دوسرے کے خواص حاصل نہیں ہوسکتے۔ مثلاً تجارت کا خاصہ ہے مال میں زیادتی، دوا کا خاصہ ہے بدن کی صحت، اب اگر کوئی شخص تجارت میں تو دن رات لگا رہے اور بیماری اور اس کے علاج کی طرف توجہ نہ کرے تو محض تجارت کے سبب وہ بیماری سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ کفار کی دنیوی ترقی اور مال و دولت کی فراوانی ان کے کفر کا نتیجہ

نہیں، جیسے مسلمانوں کا افلاس و پریشانی اسلام کا نتیجہ نہیں بلکہ کفار نے جب آخرت کی فکر چھوڑ دی اور پوری طرح دنیا کے مال و دولت اور عیش و آرام کی فکر میں لگ گئے اور تجارت وصنعت، زراعت، حکومت و سیاست کے مفید راستوں کو اختیار کیا اور مضر طریقوں سے بچے تو دنیا میں ترقی حاصل کرلی، اگر وہ بھی ہماری طرح صرف اپنے. مذہب کا نام لے کر بیٹھ جاتے اور دنیوی ترقی کے لئے اس کے اصول کے مطابق جدوجہد نہ کرتے تو ان کا کفران کو مال و دولت یا حکومت کا مالک نہ بنا دیتا، پھر یہ ہم کیسے سمجھ لیں کہ ہمارا اسلام اور وہ بھی صرف نام کا ہماری ساری فتوحات کے دروازے کھول دے گا؟ اسلام اور ایمان اگر بالکل صحیح اصول پر بھی ہو تو اس کا اصلی خاصہ اور نتیجہ آخرت اور جنّت کی دائمی راحت ہے، دنیا میں مال و دولت کی فراوانی یا عیش و آرام کی وسعت اس کے نتیجہ میں حاصل ہونا ضروری نہیں۔ جب تک اس کے لئے مناسب جدوجہد نہ کی جائے اور یہ بات تجربہ سے ثابت

ہے کہ جہاں کہیں اور جب کوئی مسلمان تجارت و
صنعت، حکمت یا سیاست کے اصول صحیحہ کو سیکھ کر
ان پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو وہ بھی ان دنیوی ثمرات
و نتائج سے محروم نہیں رہتا جو کسی کافر کو حاصل ہو
رہے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ دنیا میں ہمارا افلاس
اور احتیاج اور مصائب و آفات ہمارے اسلام کا
نتیجہ نہیں، بلکہ ایک طرف اسلامی اخلاق و اعمال
چھوڑنے کا اور دوسری طرف ان کے تمام کاموں
سے منہ موڑنے کا نتیجہ ہے، جن کے عمل میں لانے
سے مال و دولت میں زیادتی ہوا کرتی ہے"

(معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۲۹۴)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا مضمون بات کو سمجھنے کے لئے اتنا واضح اور صاف ہے کہ اب اس پر کسی اضافے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں بات گھوم پھر کر وہیں آ گئی کہ اگر ہم ایمان کے بعد عمل صالحہ اور تدابیرِ صالحہ اختیار کریں جو عین توکل باللہ ہے تو دنیوی و آخروی برکات سے انشاء اللہ کبھی محروم نہیں رہیں گے۔

خلاصہ

یہاں تک کا مضمون حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ نے مطالعہ فرمالیا تھا اور اسی پر اپنے تاثرات اور رائے کا اظہار فرمالیا تھا جو کتاب کے صفحہ اوّل پر درج ہے اس کے بعد مزید صفحات کا میں نے اضافہ کیا ہے اس پر میں ان کی رائے معلوم نہیں کرسکا، ویسے تقریباً مضمون ان کے والد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے لیا ہے۔ (امان اللہ اسماعیل)

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْل

پر مزید تحقیق اور اسکی تفہیم

سلسلہ توکل میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر معارف القرآن میں سورۃ ال عمران کی آیت نمبر ۱۷۳ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جہاد کے تمام سفر میں تمام راستہ یہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ورد زبان تھا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْل

اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے''۔

یہاں یہ بات خصوصیت سے قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ تو دنیا میں کسی کا ''توکل'' اعتماد اللہ پر نہیں ہوسکتا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت ''توکل'' یہ نہیں تھی کہ اسباب ظاہرہ کو چھوڑ کر بیٹھے رہتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے

اور وہ بیٹھے بٹھائے ہمیں غلبہ عطا فرما دے گا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا، زخم خوردہ لوگوں کے دلوں میں نئی روح پیدا فرمائی، جہاد کے لئے تیار کیا اور نکل کھڑے ہوئے، جتنے بھی اسباب و ذرائع اپنے اختیار میں تھے وہ سب مہیا اور استعمال کر کے فرمایا کہ: ''ہمیں اللہ کافی ہے''۔ یہی وہ صحیح توکل ہے جس کی تعلیم قرآن کریم میں دی گئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کیا اور کرایا۔

مزید حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگے لکھتے ہیں: اسباب ظاہرہ دنیویہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں، ان کو ترک کر دینا اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ ترک اسباب کر کے توکل کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایک واقعہ میں اسی آیت

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل

کے بارے میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو شخصوں کا مقدمہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا، یہ فیصلہ جس شخص کے خلاف تھا اس نے فیصلہ نہایت سکون سے سنا اور یہ کہتے ہوئے چلنے لگا کہ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو میرے پاس لاؤ اور پھر اس سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ بلکہ تم کو چاہئے کہ ''تمام ذرائع اختیار کرو پھر بھی

عاجز ہو جاؤ اس وقت کہو:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيل

اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی اور کارساز ہے۔

(معارف القرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۴۳)

ہم نے اس کتاب میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس مایہ ناز تفسیر سے اور بھی حوالے دیئے ہیں جن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اصلی توکل یا روحِ توکل کیا ہے میں ایک بار پھر کہوں گا کہ مسلمانوں میں دو طبقے ایسے ہیں جو دو انتہا ہوں پر کھڑے ہیں ایک جاہل صوفیا کا طبقہ ہے جو ترک اسباب ہی کو اصل توکل قرار دے رہا ہے اور مسلمانوں کے بہت بڑے طبقے کو گمراہی کی انتہائی گہرائیوں میں دھکیل رہا ہے تو دوسرا طبقہ جو یقیناً پہلے والے طبقے کا ردِعمل ہے جو اللہ پر بھروسہ کرنے کو بیکار محض سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کو جنت کے عالی مقام نصیب فرمائے کہ انہوں نے امت کو اعتدال کی راہ بتائی ان کی مختلف مقامات پر توکل کے بارے میں تشریحات یہ واضح کرتی ہیں کہ انسان کے بس میں جو اسباب ہیں اسے وہ ضرور استعمال کرے اور ان اسباب کی اثر اندازی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے۔

ہم اپنی اس کتاب ''حقیقت توکل'' میں اختیار اسباب کے ضمن

میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تین مکتوب'' جس میں حضرت شیخ الحدیث نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکتوب درج فرمائے ہیں اور ان کی بڑی پذیرائی فرمائی ہے اُس سے ایک شہادت پیش کرتے ہیں۔ کتاب ''تین مکتوب'' کے صفحہ نمبر ۱۱ پر حضرت فرماتے ہیں:

''ایک جماعت ہے جو رفع اسباب (اسباب کے نظر انداز (کرنے میں کمال سمجھ بیٹھی ہے اور وہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ رفع اسباب (یعنی ترک اسباب) سے رفع حکمت لازم آتا ہے۔ جس حکمت کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں ملحوظ ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۹۱)

اے ہمارے رب آپ نے کوئی چیز بے کار پیدا نہیں کی۔

انبیاء رضی اللہ عنہم (کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ) اسباب کی رعایت بھی فرماتے اور پھر معاملہ کو سپرد خدا کر دیتے تھے، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے نظر بد کا خیال کر کے اپنے لڑکوں کو وصیت فرمائی کہ:

اے بیٹو! دیکھو مصر کے ایک ہی دروازہ سے تم سب

کے سب داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے
داخل ہونا۔ (سورہ یوسف علیہ السلام)

اس رعایت اسباب کے ساتھ ساتھ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمایا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

میں تم سے قضاء الٰہی کو کچھ بھی دفع نہیں کرسکتا، فرماں روائی تو بس اس کی ہے، اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر متوکلین کو توکل کرنا چاہئے۔

(سورہ یوسف علیہ السلام)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کی معرفت (سمجھداری) ان کی تعریف اور تحسین فرمائی اور اس (دانائی) کو اپنی طرف منسوب فرمایا، چنانچہ اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے:

اور یعقوب علیہ السلام صاحب دانش تھے اور اس علم سے بہرہ ور تھے جو ہم نے ان کو سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ (سورہ یوسف علیہ السلام)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسباب اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اے نبی! کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا اور کفایت کرتے ہیں آپ کے لئے وہ مسلمان جو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ (القرآن)

باقی رہی تاثیر اسباب سو جائز ہے کہ حق تعالیٰ بعض اوقات اسباب میں تاثیر پیدا فرمادیں تاکہ وہ مؤثر ہو جائیں اور بعض اوقات نہیں بھی فرماتے اور کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم اسباب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

مزید حضرت شیخ فرماتے ہیں مطلقاً تاثیر اسباب کا انکار ایک قسم کی ہٹ دھرمی ہے تاثیر کا قائل ہونا چاہئے۔ لیکن اس تاثیر کو اس کے سبب کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہئے۔ توسط اسباب (یعنی اگر کوئی کام اسباب کو اختیار کرنے سے وقوع پزیز ہو تو) اس کو توکل سے منافی نہیں سمجھنا چاہئے، جیسا ناقصوں نے منافی توکل سمجھ لیا ہے۔ بلکہ اسباب کے واسطے میں ''کمال توکل ہے'' حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اسباب کی رعایت کرنے اور پھر سپرد خدا کرنے کو توکل قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا: عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔

(سورہ یوسف علیہ السلام)

مزید آگے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ ورضا کا فرق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل سنت پر اس کو منکشف فرمادیا ہے۔ باقی تمام فرقے گڑھے میں پڑ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ عطا فرمایا ہے کہ اپنے اختیار سے کسب افعال کرتے ہیں۔ خَلْقِ افعال

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کسب افعال کا تعلق بندوں سے ہے۔

عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ بندہ جب اپنے افعال کا قصد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو وجود میں لے آتے ہیں، چونکہ بندہ کا فعل اس طرح جاری ہے کہ بندہ جب اپنے افعال کا قصد کرتا ہے تو خَلقِ حق تعالیٰ اس فعل کے ساتھ ہوجاتا ہے اور چونکہ بندہ کا فعل اس کے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے اس لئے (اس فعل کی تعریف یا مذمت) یا ثواب وعتاب کا بھی تعلق اس سے ہوجاتا ہے۔

(انتہا حوالہ مکتوب، حضرت شیخ الحدیث)

مندرجہ بالا مکتوب میں جو خلاصہ ہم نے انسان کے قصد و ارادہ کے بارے میں کیا ہے کہ انسان اپنے ارادہ وقصد سے ایک فعل جب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس فعل کو وجود بخش دیتے ہیں، اگر انسان کا فعل شریعت الٰہی کے موافق ہوتا ہے تو اسے ثواب ملتا ہے ورنہ وہ عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے اگر اس حقیقت کو سمجھ لیا جائے تو سارے ابہام ہی دور ہوجاتے ہیں اور بات بے غبار ہوکر سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو پختہ کار علماء کی صحبت ہی میں سمجھ میں آسکتی ہیں، اسی لئے ہمیں علماء کی صحبت کو ہر حال میں غنیمت سمجھنا چاہئے۔

علاج معالجہ

پچھلے صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ ترکِ اسباب کسی طور

پر بھی شریعت کی نگاہ میں محمود نہیں، ہاں اسباب پر فی ذاتہٖ بھروسہ کرنا اور مُسَبِّبُ الْاَسْبَابْ کو بھول جانا یقیناً شریعت کے خلاف ہے، یہی خلط محبث جہاں رزق وغیرہ کمانے میں لوگوں کو پیش آیا ہے وہاں علاج و معالجہ کے بارے میں بھی آیا ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کریم و حدیث کی روشنی میں علاج و معالجہ کے بارے میں بھی پوری وضاحت سے روشنی ڈالیں، جس سے بات کھل کر سامنے آجائے کہ علاج معالجہ کرنا مرض یا وبا کی صورت میں پرہیز کرنا اور مضر اشیاء کی نشاندہی کرنا کسی طور پر بھی شریعت کے خلاف نہیں، بلکہ یہ عین شریعت ہے، انشاء اللہ ہم نے اپنے مضمون میں قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند فرمودات اور چند نظیریں پیش کریں گے جس سے بات پوری وضاحت ہو جائے گی۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی جاندار اشیاء پیدا فرمائیں ہیں جیسے انسان، جانور اور نباتات وغیرہ وہ اپنی بقاء کے لئے دو چیزوں کی یقیناً محتاج ہیں ایک غذا اور دوسرے شکست و ریخت، یعنی ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں درستگی کی۔

ان دو چیزوں کے بغیر ان کا باقی رہنا محال ہے، یہی سنت اللہ ان میں جاری و ساری ہے، مثلاً ہر جاندار کے لئے ہوا، پانی اور غذا کی اور ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں علاج، معالجہ اور پرہیز وغیرہ ہم دیکھتے

ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شہد کو انسانوں کے لئے شفاء قرار دیا ہے، اب ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ شہد انسانوں کے لئے دو معنوں میں شفاء ہے ایک اسے غذا کے طور پر استعمال کیا جائے یا پھر مرض کی صورت میں اسے دوا کے طور پر استعمال کیا جائے۔ قرآن مجید سے ثابت ہورہا ہے کہ انسان کے لئے غذا اور دوا دونوں ضروری ہیں۔

دوسرا نکتہ یہاں پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خود قرآن کریم نے شفاء کو شہد کی طرف منسوب کیا، جس سے یہ بات خود بخود عیاں ہو جاتی ہے کہ جب شفاء کسی شئے کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے تو مضرت بھی منسوب کی جاسکتی ہے۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ:

خیبر میں یہودیہ نے مجھے زہر دیا تھا اس کا اثر
میں آج محسوس کرتا ہوں۔ (بخاری)

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں جاہل صوفیوں کے اس قول کی حقیقت باقی نہیں رہتی جو یہ کہتے ہیں کہ اشیاء کی طرف شفاء یا مضرت کو منسوب کرنا شریعت کے خلاف ہے، اگر ان جہلاء کی بات مان لی جائے تو مسلمان کبھی مضرت رساں اشیاء سے بچ ہی نہیں پائیں گے۔ قرآن کریم و سنت کے واضح ارشادات کے باوجود جاہل صوفیاء اپنے مریدین کو علاج معالجہ سے دور رکھتے ہیں اور اس کو توکل کا نام دیتے ہیں، جو

سراسر توکل کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ہم اپنے اس مضمون میں حضرت محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کر آئے ہیں کہ

اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا قرآن کریم کی تعلیمات اور سنت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے۔

(معارف القرآن)

علاج معالجے کی اہمیت

اب ہم ان احادیث مبارکہ کی طرف رخ کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا تو کسی کو علاج کرنے کی ترغیب دی ہے یا مشورہ دیا یا پھر کسی طریقے سے خود علاج اختیار فرمایا ہے تا کہ اس بات کی مزید وضاحت ہو جائے کہ شریعت اسلامی میں علاج معالجہ کی کتنی اہمیت ہے اور یہ کہ خود اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی کیسی نظیریں موجود ہیں۔

اس مضمون کو لکھنے میں دراصل ہمارا منشاء صرف جاہل صوفیوں کا رد ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کو دین اسلام سے برگشتہ ہونے سے بچانا ہے، جب ان کے سامنے اس طرح کی بے سروپا باتیں آتی ہیں تو وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ کیا دین اسلام جدید میڈیکل سائنس کا قائل ہی نہیں؟ اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ نوجوان یوں تو خاموش ہو کر اس لئے بیٹھ جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ شاید اس کی لب کشائی سے اس کا ایمان خطرے میں نہ پڑ جائے، مگر حقیقت اس سے ذرا مختلف ہے وہ یہ کہ

ہمارے اہل علم علماء نے کبھی اس طرح کی غلط باتیں نہیں کیں، مگر سچ پوچھا جائے تو اب ان کی رسائی عام لوگوں تک اور عام لوگوں کی رسائی ان تک کچھ رہی نہیں، اور بازار میں نقلی صوفی اور بے علم لوگوں کی بھرمار ہوگئی ہے اور وہ ہر بات کہنے پر آزاد ہیں اس لئے یہ ساری غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں۔

میں تو ہر شخص سے کہتا ہوں کہ بھائی سب کے لئے آسان نہیں کہ وہ دارالعلوم میں داخلہ لے سکے مگر اتنا تو ہر شخص کر ہی کرسکتا ہے کہ مہینے میں ایک دو دفعہ کسی اہل علم کی صحبت ہی میں بیٹھ جائے یا کسی اہل علم کی کتاب ہی کو اپنے مطالعہ میں رکھ لے اور جاہلوں سے دور رہے تو وہ بہت سی غلط فہمیوں سے بچا رہے گا۔

یہاں پر کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ ہم ساری امت کو یہ مشورہ دینے جارہے ہیں کہ بیمار ہوتے ہی صرف دوا ہی کی طرف وہ دوڑ جائے نہیں ہرگز نہیں، یہ ہمارا منشاء ہرگز نہیں بس میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دوا اور علاج کو بھی حکم الٰہی سمجھ کر اور اس کی تاثیر کومن جانب اللہ سمجھتے ہوئے اس سے فائدہ ضرور اٹھائے اور اشیاء میں مضرت اور نفع کا قائل رہے تاکہ اس کے شر سے بچاؤ کی تدبیریں کرسکے اور ایسا کرنا شریعت کے خلاف نہ سمجھے، جیسا کہ ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔

دعاؤں کی تاثیر

ایک مومن کو چاہئے کہ وہ دعاؤں کی تاثیر پر بھی پورا یقین رکھے اور ضرورت پر ساری تدابیر اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتا رہے کیونکہ ہر تدبیر کو مؤثر بنانے کی قوت بھی صرف اللہ رب العزت ہی کے ہاتھ میں ہے مگر جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اللہ رب العزت نے کائنات کو وجود بخشنے کے بعد اس کو اسباب سے جوڑ دیا ہے یہ بھی اسی کی حکمت بالغہ ہی کی وجہ سے ہوا ہے، اس لئے بظاہر اسباب کی تاثیر ہر جگہ نظر آتی ہے، چاہے وہ سبب مؤمن اختیار کرے یا کافر۔ اس لئے یہ ہمارا ایمانی تقاضہ ہے کہ ہم اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ اسباب میں تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ڈال سکتی ہے، چونکہ کافر کا عقیدہ یہ نہیں ہوتا اسی لئے وہ کافر ہے ورنہ نتیجے کے طور پر دونوں کے اسباب بالکل ایک ہی نتیجہ پیدا کریں گے مثال کے طور پر کافر اور مومن دونوں اپنی اپنی جگہ ایک ایک چھری سے بکرا ذبح کریں گے دونوں ہی سے ذبح ہو جائے گا دونوں کے ہاتھوں میں چھری مؤثر ہوگی، کیونکہ ساری اشیاء میں یہی سنت اللہ جاری و ساری ہے اور ہمارا رات دن مشاہدہ بھی ہے، مگر مومن کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے کہ وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا یہ ایمان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کائنات کو اسباب سے جوڑنے کے باوجود

کہ اسی میں کائنات کی لاکھوں کروڑوں مصلحتیں وابستہ ہیں، اسباب کی پابند نہیں اور اسی عقیدے کو مدنظر رکھتے ہوئے مؤمن دعاؤں کی طرف رجوع کرتا ہے اور اپنے مالک حقیقی سے عاجزانہ دعا اور درخواست کرتا ہے، جب اس کے بس کی بات نہیں رہتی اور اس میں شک نہیں کہ اس بات کے ہزاروں مشاہدات بھی ہیں اور قرآن کریم وسنت کی تعلیمات سے بھی ثابت ہے کہ جب انسان کے بس میں جو کچھ تھا اس میں عاجز آنے کے بعد جب اس نے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہی اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر اس کی ضرورت پوری کردی، جس میں ظاہری سبب کا کوئی دخل نہیں تھا، ہاں پھر ہم وہی بات کہیں گے کہ:

اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء رضی اللہ عنہم اور قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

(معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

ترک اسباب کرکے دعا کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی شخص نکاح نہ کرے اور اللہ سے دعا کرتا رہے کہ اللہ میاں مجھے بیٹا دے اور پھر یہ اصرار بھی کرے کہ بیٹا اس کے ہی پیٹ سے برآمد ہو۔ تو اس شخص کا کوئی علاج نہیں، یا کسی مریض کو ساری دوائیاں میسر ہوں اور علاج پر بھی وہ قادر ہو پھر بھی اعراض کرے تو ایسے شخص کو صرف جاہل ہی کہا جائے گا یا سڑک کے حادثہ میں اس کا خون بہہ رہا ہو اور وہ کسی کو اس

کا خون بند نہ کرنے دے اور یہ کہے کہ میرا رب میرا یہ بہتا ہوا خون بند کرے گا تو ایسے جاہلوں کا کوئی علاج نہیں، بلکہ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ کوئی شخص علاج کی قدرت کے باوجود علاج نہ کرے اور مر جائے تو وہ جہالت کی موت مرا۔

ایک واقعہ خود میرے تجربے میں آیا ہے کہ ہمارے محلے کی مسجد میں ایک مولانا صاحب کچھ دنوں کے لئے آئے ہوئے تھے، اور وہ اچانک شدید تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ محلے والے مجھے بلا کر لے گئے کہ ایک مولانا صاحب درد کی وجہ سے چیخ رہے ہیں میں دوڑا دوڑا گیا میں نے ان سے کہا کہ میں ڈاکٹر لاتا ہوں، انہوں نے کہا کہ نہیں، میں ڈاکٹر کو نہیں دکھاؤں گا، نہ دوائی پیوں گا، میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں نے منع فرمایا ہے اور جیب سے پانچ روپے نکال کر کہا پہلے خیرات نکالنے کے لئے کہا گیا ہے، اگر اس سے ٹھیک نہیں ہوا تو پھر علاج کی باری آئے گی۔ میں نے کہا کہ پانچ روپے کے بعد کتنی دیر انتظار کرنے کو کہا گیا ہے؟ اس کے جواب میں وہ خاموش ہو گیا، ایک دوسرا ساتھی پاس کھڑا تھا اس نے کہا یہ انتظار پندرہ دن بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اگر پندرہ دن میں ٹھیک نہ ہوئے پھر علاج کرو گے؟ اس نے کہا ہاں میں نے جواب دیا پھر تمہارا ایمان دوا

پر پختہ ہو جائے گا؟ جب ایک (درد کو ختم کرنے کی سوئی) پانچ منٹ میں حضرت آپ کو کھڑا کر دے گی، تو یہ تمہارے ایمان کے لئے خطرہ ہے۔ جب تم یہ دیکھو گے کہ میں صدقہ سے ٹھیک نہیں ہوا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی تمہیں دوائی سے منع نہیں کیا تھا اور یہ ترتیب پہلے صدقہ اور پھر پندرہ دن انتظار اور پھر علاج یہ سب تمہارے ذہن کی پیداوار تھی۔ اس سے پہلے کہ میں احادیث مبارکہ سے کچھ نظیریں پیش کروں، چاہتا ہوں کہ ایک واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ سے بھی پیش کروں یہ واقعہ اتنا بلیغ اور علمیت سے بھرپور ہے کہ اس کے بعد کسی اور نصیحت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ سمجھدار کے لئے بس وہی واقعہ کافی اور شافی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

صحیح بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک مہم کا ذکر فرمایا ہے، جب آپ رضی اللہ عنہ شام کے ''سرغ'' کے ایک علاقے میں پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح اور ان کے ساتھیوں سے ان کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے اطلاع دی کہ شام کے علاقے میں ایک (موذی) بیماری پھیلی ہوئی ہے اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ آگے بڑھنا چاہئے یا کہ یہیں سے لوٹ جانا چاہئے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اوّل سے مشورہ کیا وہ لوگ کسی

ایک بات پر متفق نہیں ہو سکے، کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں، اس لئے اس مہم کو سر کئے بغیر واپس نہیں جانا چاہئے، دوسروں کا مشورہ آیا کہ آپ کے ساتھ برگزیدہ لوگ ہیں ہم آپ کو ایسی وبا میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہیں دے سکتے۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے بھی وہی بات رکھی جو مہاجرین کے سامنے رکھی تھی۔ جواب میں ان حضرات نے بھی کچھ اسی طرح کی بات رکھی۔ جو مہاجرین نے رکھی تھی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی جانے کے لئے کہا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قریش کے وہ برگزیدہ افراد جو فتح مکہ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، ان کو بلاؤ میں ان کو بلا لایا، ان میں کوئی بھی اختلاف کا شکار نہیں ہوا اور سب نے متفقہ طور پر کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان سب اصحاب کو یہاں سے واپس لے کر چلے جائیں اور ان کو وبا کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے۔ چنانچہ صبح سب واپس ہونے کے لئے جمع ہو گئے۔ صبح ان واپس ہونے والوں کو دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا آپ قضاء الٰہی سے بھاگ رہے ہیں اور مزید فرمایا کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے شایان شان نہیں ہے، یعنی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا

کہ جس کی موت لکھی ہے اسے تو موت آکر ہی رہے گی، اس لئے تقدیر الٰہی سے بھاگنا کیسا؟ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا ہاں میں ایک تقدیر الٰہی سے دوسری تقدیر الٰہی کی طرف بھاگ رہا ہوں، یعنی میں اس صورت میں بھی تقدیر الٰہی کے اندر ہی ہوں گا، اور اس کا خلاصہ کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میں آپ کو اونٹ چرانے کا کہوں تو آپ اونٹوں کو بنجر زمین میں چراؤ گے یا سرسبز و شاداب زمین میں چراؤ گے؟ اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرسبز و شاداب زمین میں چراؤں گا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی یہی کچھ کر رہا ہوں کہ میں اپنے اصحاب کو ایک وبا والی زمین سے نکال کر ایک محفوظ اور تندرس زمین میں لے جا رہا ہوں۔ (بخاری)

بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست پر قربان جایئے، انہوں نے کتنی دانش مندانہ بات فرمائی اور کس طرح تقدیر الٰہی کی تشریح فرمائی ہے کہ بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ اگر بیماری تقدیر الٰہی ہے تو اس کا علاج بھی اور پرہیز بھی تقدیر الٰہی ہے۔ ہم اگر صرف بیماری کو تقدیر الٰہی سمجھیں اور دوا اور پرہیز کو تقدیر الٰہی نہ سمجھیں تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے۔

اب ہم مندرجہ ذیل سطور میں چند احادیث پیش کرتے

ہیں جس سے بات کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

زیتون کے تیل کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے اور اس میں ۷۰ بیماریوں سے شفاء ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اُمِّ رافع رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندگی میں جب بھی کبھی کانٹا چبھا یا زخم ہوا تو انہوں نے ہمیشہ اس پر مہندی لگائی۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے تو ان کے پاس ایک بچہ تھا جس کے منہ اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے، جواب ملا بچہ کو عذرہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے خواتین تم پر افسوس ہے کہ اپنے بچوں کو یوں قتل کر دیتی ہو، اگر آئندہ کسی بچے کو حلق میں عذرہ کی تکلیف ہو یا اس کے سر میں درد ہو تو ''قسط ہندی'' کو رگڑ کر اسے چٹا دو چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر عمل کروایا

اور بچہ تندرس ہو گیا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ:

جس نے ہر مہینے تین روز صبح سویرے شہد چاٹنے کا طریقہ اختیار کیا اسے کوئی بڑی بیماری نہیں ہو سکے گی۔ (ابن ماجہ)

پرہیز اور احتیاط

قرآن مجید میں سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ (نساء، مائدہ)

قرآن مجید کی یہ آیت، یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ بیماری کی حالت میں پانی سے پرہیز کیا جائے۔

ابن ماجہ کی ایک اور حدیث میں امِ المنذر انصاریہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو بیماری کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے اور ہمارے ہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر اس کے کھانے میں مشغول ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی

اس سے چن کر کھانے لگے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخاطب ہو کر (متنبہ) فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم بہت کمزور ہو گئے ہو، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (کھجور) کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ حضرت امِ منذر رضی اللہ عنہا آگے فرماتی ہیں کہ میں نے چقندر اور جو سے آش (ایک چیز) تیار کی تھی اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ لو (یعنی اسے کھاؤ) یہ تمہارے لئے نفع بخش ہے۔ (طب نبوی امام ابن قیم)

آپ نے دیکھا مندرجہ بالا حدیث کا مضمون کتنا واضح ہے جو یہ بتاتا ہے کہ پرہیز بھی ضروری ہے اور کسی چیز کی طرف مضرت اور نفع بھی منسوب کیا جاسکتا ہے تاکہ لوگ نفع اٹھا سکیں اور نقصان سے بچ سکیں۔ مندرجہ بالا حدیث کی تشریح میں امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روکنا کہ وہ کھجور نہ کھائیں اعلیٰ درجہ کی تدبیر تھی پرہیز کے لئے (طب نبوی ص ۲۰۷)

معدہ (پیٹ) بدن کا حوض ہے جس سے بدن کی ساری رگیں لگی ہوئی ہیں جب معدہ صحیح ہوگا تو یہ رگیں صحت کے ساتھ رطوبت لے کر چلتی ہیں اور جب معدہ نادرست ہوتا ہے تو رگیں بیمار رطوبت لے کر چلتی ہیں۔ (ابن ماجہ)

عرب کے ایک بہت ہی مشہور طبیب حارث بن کلدہ کا قول

ہے کہ سب سے بڑا علاج پرہیز ہے۔

ہمارے ماں باپ قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر کہ امت کو نصیحت کرنے میں اور خیر وشر بتانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی تیمارداری فرمائی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مریض سے دریافت فرمایا کہ کیا کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ گیہوں کی روٹی یا دوسرے لفظوں میں کہا کہ ''کیک''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کے یہاں گیہوں کی روٹی موجود ہو وہ اس کو دے دے۔ پھر فرمایا کہ جب تمہارے مریض کو کسی چیز کی رغبت ہو تو اسے وہ چیز کھلا دیا کرو۔

(ابن ماجہ)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا حدیث کو اپنی کتاب طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک لطیف طبی حکمت مضمر ہے کہ مریض کو جب کسی چیز کے کھانے کی پوری رغبت ہو اور وہ اسے حقیقی بھوک کے ساتھ کھا لے تو بالفرض اس چیز میں بظاہر کچھ نقصان کا اندیشہ بھی ہوگا تب بھی وہ اس کے لئے نفع بخش ہوگی اور اس کا ضرر اس چیز کی نسبت کمتر ہوگا جتنا کہ غیر مرغوب چیز کے کھانے سے ہوتا۔ (طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام ابن قیم ص ۲۱۱)

سبحان اللہ! قربان جایئے طب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر کہ آج کی جدید سائنس بھی اس حکمت کی قائل ہوگئی ہے جو اس حدیث شریف میں مذکور ہے۔ پس اب ہم آخر میں صرف دو حدیثیں ذکر کر کے اپنے مضمون کو ختم کر رہے ہیں۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں ایک حدیث نقل کی ہے فرماتے ہیں:

> عمرو بن دینار نے بلال بن یساف سے روایت کیا ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا طبیب کو بلاکر اس کو دکھاؤ وہاں ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی دوا بھی ساتھ پیدا نہ فرمائی ہو۔

اور صحیحین کی ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی شفاء پیدا نہ کی ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

مؤلف کی دیگر تالیفات

صفات المومنین

تقسیم میراث کی اہمیت

حقیقتِ ہدایت

حقیقتِ توکل

حرمتِ شراب

وعدہ اپنا پورا کریں

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

قتل ناحق واحترامِ انسانیت

ان سنّتوں پر عمل کون کرے گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش

Email: wajdan11@rocketmail.com